بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہندوستان میں شریعت کی سیاست

راشد شاز

futureislam@gmail.com

ہندوستانی مسلمان بی جے پی کے دامِ اشتعال میں پھنستے جارہے ہیں۔ایک عجیب مخمصہ ہے؛ایک طرف وزیراعظم مودی ہیں اور دوسری طرف جبّہ ودستار کے حاملین اہلِ شرع۔گویا آگے کنواں پیچھے کھائی، نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔اول الذکر کا دعویٰ ہے کہ وہ ان کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں کمپیوٹر دیکھنا چاہتا ہے اور ثانی الذکر کو اس بات پر اصرار ہے کہ اس کی تعبیر کردہ شریعت پر ایمان لائے بغیر ان پر نجات کے تمام دروازے بند ہیں۔مسلمانوں کے تئیں مودی اور ان کی جماعت کے زعفرانی ایجنڈے کی حقیقت تو ہر خاص وعام پر عیاں ہے البتہ جبہ ودستار کے حاملین کی طرف سے ایمان وشریعت کے پردے میں جس کفر بواح کی دعوت دی جارہی ہے اس کا نوٹس لیا جانا ضروری ہے۔مبادا آنے والے دنوں میں ہندوستانی مسلمانوں کی اجتماعی قوت اصل قرآنی ایجنڈے کے بجائے فارق العقل نعرے بازی اور غل غپاڑے کی نذر ہو جائے۔

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اتر پردیش کے انتخابی ماحول میں اچانک طلاق ثلاثہ کے مسئلہ نے اس قدر اہمیت کیوں اختیار کر لی ہے۔یکساں سول کوڈ کے سلسلے میں ۷/اکتوبر کو جاری کردہ لاء کمیشن کا سوال نامہ یقیناً اس حقیقت کا علامیہ ہے کہ حکمراں جماعت حساس جذباتی مسائل پر پولرائیزیشن کی سیاست کرنا چاہتی ہے لیکن ہم مسلمانوں کو آناً فاناً خم ٹھونک کر دعوتِ مبارزت دینے کی آخر کیا ضرورت پیش آگئی؟ ہم یا تو خالی الدماغی کے شکار ہیں کہ بڑی آسانی سے بی جے پی کے بچھائے ہوئے جال میں پھنستے جارہے ہیں یا پھر کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔

بظاہر یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ اگر عین اسی وقت سڑکوں پر طلاق ثلاثہ کی اسلامی لڑائی نہ لڑی گئی تو مسلمانوں کی ایمانی زندگی تباہ ہو جائے گی۔کچھ اسی عجلت کا اظہار یونیفارم سول کوڈ سے متعلق دیئے گئے مجاہدانہ بیانات میں بھی نظر آتا ہے۔حالانکہ اغیار کی طرف سے یہ دونوں مسائل اس سے پہلے بھی اٹھائے جاتے رہے ہیں۔رہی طلاق ثلاثہ کی بات تو اسے ۲۰۰۲ء میں شمیم آرا بنام ریاست اتر پردیش کے مقدمہ میں ہائی کورٹ پہلے بھی برحق تسلیم کرنے سے انکار کر چکا ہے۔کورٹ کا اصرار ہے کہ مروجہ طلاق ثلاثہ کے بجائے قرآنی طریقہ طلاق کو اختیار کیا جائے۔کچھ اسی قسم کی باتیں دگدو پٹھان بنام رحیم بی کے فیصلہ میں بھی کہی گئی ہیں جہاں فاضل جج نے وقوع طلاق کے لیے کسی معقول سبب کے پائے جانے اور فریقین کے لئے تحکیم کے مرحلے سے گزرنے کو لازم قرار دیا ہے اور اس بارے میں اسلامی قوانین کی متداول کتابوں سے متعدد شواہد پیش کیے ہیں۔اس بارے میں دہلی کے ایک مسلم جج بدر دُرّیز احمد کا فیصلہ بھی غیر معروف نہیں ہے جس میں انھوں نے ایک مجلس کی تین طلاق کو طلاق مغلظہ ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا۔سوال یہ ہے کہ اس تمام عرصے میں اہل شریعت کہاں سوئے تھے اور پھر اچانک الیکشن سے عین پہلے انھیں سڑکوں پر آنے کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟

دوسری طرف سائرہ بانو کا دائر کردہ پی آئی ایل جو طلاق ثلاثہ، نکاح حلالہ اور تعدد ازواج کے خاتمے کی اپیل پر مشتمل ہے، اس کے پس منظر پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہے۔اس ملک میں ۲۰۰۵ء سے ہی ڈومسٹک وائلنس ایکٹ نافذ چلا آتا ہے جو کسی بھی قسم کی جسمانی، ذہنی تشدد اور مالی حق تلفی کے ازالے کے لئے عورت کو غیر معمولی اختیار دیتا ہے۔اس قانون کی اثر آفرینی کا عالم یہ ہے کہ بہت سے لوگ اسے ایک مرد مخالف قانون کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک ایسے مؤثر قانون کا سہارا لینے کے بجائے، جس میں سبک اور سستے انصاف کے امکانات موجود ہیں، سائرہ بانو نے سپریم کورٹ میں مفاد عامہ کی عرضی داخل کرنا کیوں ضروری سمجھا؟

یہ ہے وہ پسِ منظر جہاں مسلمان بمقابل بی جے پی کی معرکہ آرائی کے لئے، شریعت کے نام پر، ہانکے پکارے جنگ کا بگل بجایا جارہا ہے۔بے چارے مسلمان کریں تو کیا کریں۔انہیں اندیشہ ہے کہ اگر انہوں نے شرعی حقوق کے تحفظ کی تحریک نہ چلائی تو ان کا رہا سہا پرسنل لاء بھی جاتا رہے گا۔

دوسری طرف ان کے اہل نظر سے یہ بات بھی مخفی نہیں کہ وہ جس پرسنل لاء کے تحفظ کی تحریک چلا رہے ہیں اس کی بعض مقبول عام تعبیرات کا تو شرع اسلامی سے کوئی علاقہ نہیں۔

پہلی بات تو یہ سمجھ لینے کی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق غیر اسلامی اور غیر قرآنی ہے۔ روایتی علماء بھی اسے بدعت اور گناہ پر محمول کرتے ہیں، پھر کوئی وجہ نہیں کہ مسلم مردوں کے لیے گناہ کے اس دروازے کو کھلا رکھنے پر اصرار کیا جائے۔ یہ خیال غلط ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کے برحق ہونے پر اہل علم کا اجماع چلا آتا ہے۔ عہد صحابہ اور عہد تابعین میں ایسے اہل علم کی کمی نہ تھی جو ایک مجلس کی متعدد طلاقوں کو صرف ایک طلاق تسلیم کرتے تھے۔ ان ہی آثار وآراء کی بنیاد پر ابن تیمیہ اور ان کے شاگردوں نے اپنے تعبیری دواوین مرتب کئے ہیں۔ البتہ جن لوگوں کا مبلغ علم فقہ حنفی کی چند کتابوں تک محدود ہے وہ ہمارے تعبیری مصادر میں پائی جانے والی اس بوقلمونی پر آگاہ نہیں۔ ہمارے لیے اس بات کی چنداں اہمیت نہیں کہ کسی عالم یا فقیہہ نے کیا کہا ہے، جب طلاق کے طریقۂ کار پر خدا کا حتمی، مبین اور مبرہن قول موجود ہے تو پھر کسی مفتی سے فتویٰ طلب کرنے کی گنجائش ہی کہاں رہ جاتی ہے؟

مروجہ نکاح حلالہ خالصتاً فقہی فریسیت کی ایجاد ہے۔ اگر طلاق کا عمل قرآنی طریقۂ کار کے مطابق تحکیم کے مرحلے سے گزرتے ہوئے کم از کم تین طہر (تین ماہ) کی مدت میں انجام پائے تو مروجہ نکاح حلالہ کی نوبت آئے گی اور نہ ہی مسلم معاشرہ کو ان 'نیک آدمیوں' کی ضرورت رہے گی جو اپنی حلالہ خدمات کے سبب اہل حاجت کے لیے مرکز توجہ بنے رہتے ہیں۔ حلالہ کرنے اور کروانے والے پر رسول ؐاللہ نے لعنت بھیجی ہے۔ پھر جو لوگ اس ادارے کی بقاء کے لیے خم ٹھونک کر میدان میں آگئے ہیں انھیں اپنی شرعی پوزیشن معلوم کر لینی چاہیے۔ رہی تعدد ازواج کی بات تو یہ عدل کی شرط کے ساتھ ایک ایسی گنجائش ہے جس کا راستہ شرع نے کھلا رکھا ہے، البتہ معمول کی زندگی وانکحوا الایامی منکم کے تابع سمجھی جاتی ہے۔

گویا تین طلاق، نکاح حلالہ، اور تعدد ازواج کے جن ارکان ثلاثہ کو آج علمائے شرع نے دین وایمان کا مسئلہ بنا رکھا ہے ان میں سے اول الذکر دو کی شناعت تو ہر خاص وعام پر عیاں ہے۔ تین طلاق بدعت ہے، گناہ ہے، قرآن کے طریقے کے یکسر خلاف ہے اور مروجہ نکاح حلالہ کرنے اور کروانے والے پر رسول ؐاللہ نے لعنت بھیجی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ان دو قبیح افعال کے برقرار رکھنے پر اصرار کیا جائے۔ حق تو یہ ہے کہ عدالت کی مداخلت سے کہیں پہلے ہمیں خود اپنے ہاتھوں سے اس خلافِ شرع رسم پر خط تنسیخ پھیر دینا چاہیے تھا۔ لیکن جو لوگ برطانوی راج کے شریعت اپلیکیشن ایکٹ کو منزل من اللہ سمجھتے ہوں اور جن کی فہم شریعت دنشاہ فردونجی ملاّ کی پرنسپلز آف مسلم لاء کی اسیر رہی ہوانھیں صورتحال کی سنگینی کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

تین طلاق کی معصیت اور مروجہ حلالہ کی شناعت سے بچنے کے لیے اب تک خدا ترس مسلمان اہل حدیث علماء سے رجوع کا مشورہ دیتے تھے۔ ان پر یہ بات واضح تھی کہ اس بارے میں اہل حدیث علماء کا موقف اسلام کی اصل روح سے ہم آہنگ اور عدل وقسط کا ضامن ہے۔ تحفظ شریعت کے اس نئے ہنگامے میں ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ قرآنی احکام پر عمل کرنے کی یہ گنجائش بھی جاتی رہی۔ کتاب وسنت سے راست اکتساب کے دعویدار بھی آج شرعی سیاست کی یلغار کے آگے بے بس نظر آتے ہیں۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

اب صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کے علماء اور ان کی ملی ادارے پوری قوت کے ساتھ قرآن کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق خلاف قرآن سہی، بدعت سہی، گناہ سہی لیکن اصلی شریعت تو یہی ہے۔ ہمارے علماء اس حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کرسکتے کہ آج ہم انٹرنیٹ کے عہد میں جی رہے ہیں جہاں تعبیری وتفسیری ادب اور فقہی وقانونی نظائر کا کلی سرمایہ ہر خاص وعام کی دسترس میں ہے۔ اب صرف یہ کہنے سے کام نہیں چلے گا کہ ہمارا فقہی فہم ہی اصل اسلام ہے۔ فریق مخالف خود آپ کے متداول تعبیری ادب سے آپ کے موقف کی کمزوری پر بڑی آسانی سے وقیع شواہد فراہم کرسکتا ہے، جیسا کہ ہائی کورٹ کے مذکورہ فیصلوں میں دیکھنے کو ملتا ہے جہاں بعض غیر مسلم جج صاحبان نے مروجہ طلاق ثلاثہ کی شناعت پر کلام کرتے ہوئے سائل کو صحیح قرآنی طریقۂ طلاق پر مطلع کیا ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ ان حساس مسائل پر کلام کرتے ہوئے غیر مسلم جج تو بار بار قرآن سے دلائل پیش کرتا ہے اس کے برعکس ہمارے علماء اپنے دفاع میں دستور کا سہارا لیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ معاملہ مذہبی آزادی سے متعلق ہے جس کی ضمانت ہمیں دستور ہند نے دی ہے۔ بورڈ نے اپنے حلف نامے میں طلاق ثلاثہ کی حمایت میں جو دلیلیں دی ہیں وہ بھی قرآنی حوالے سے یکسر خالی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اگر

طلاق ثلاثہ کی سہولت پر روک لگائی گئی تو اندیشہ ہے کہ مسلمان مرد اپنی بیویوں کو زندہ ہی جلا ڈالیں۔ یہ تو کچھ ایسی ہی بات ہوئی جیسے کوئی یہ کہے کہ مجرم کو اگر زنا سے روکا گیا تو اندیشہ ہے کہ وہ قتل کے درپے ہو جائے۔ مسلم مردوں کی یہ خونخوار تصویر مودّہ اور رحمہ پر قائم ہونے والے معاشرے کی تصویر ہرگز نہیں ہے۔ یہ یقیناً نبی رحمت کے وارثین کی تصویر نہیں۔ بورڈ کو چاہیے کہ سڑکوں پر عوامی تحریک چلانے سے پہلے ڈھنگ کا کوئی وکیل ہی مقرر کر لے۔

ادھر دہلی میں بورڈ کے 'جواں سال' سیکریٹری جنرل نے جو پریس کانفرنس کی ہے اس میں بھی انھوں نے اپنے موقف کی صلابت پر قرآن وحدیث سے کوئی استشہاد فراہم کرنے کے بجائے صرف یہ کہنے پہ اکتفا کیا ہے کہ ان کے پاس ایسے اعداد وشمار موجود ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ طلاق کا تناسب مسلمانوں میں دوسری اقوام کے مقابلے میں کہیں کم ہے۔ انھوں نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا کہ میڈیا خواہ مخواہ اسے بڑھا چڑھا کر پیش کرتا ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ دین وشرع کی نمائندگی کا دعویٰ کرنے والوں کے دل ودماغ امتِ مختار کی غیر معمولی عظمت سے کیوں خالی ہیں۔ غیر اقوام کا بھلا ہم سے کیا مقابلہ؟ کیا دوسروں کی غلط کاریاں ہمارے گناہوں کے بوجھ کو کم کرسکتی ہیں؟

مجھے اندیشہ ہے کہ اگر بروقت اس غلغلہ انگیز قومی لڑائی کے غبارے سے ہوا نہ نکالی گئی تو مسلمان بی جے پی کے بچھائے ہوئے جال میں بری طرح پھنس جائیں گے۔ ان کی تعمیر وترقی اور تعلیم وتعلم کے تمام ملی منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ اس ملک میں تحفظ شریعت کی سیاست بہت ہو چکی۔ ہمارے اصحابِ شرع کو جاننا چاہیے کہ شریعت تحفظ کے لیے نہیں بلکہ نفاذ کے لیے نازل کی گئی ہے۔ محض خالی خولی طلسم آمیز ناموں سے شریعت کے تقاضے پورے نہیں ہوسکتے۔ نہ کسی غیر اسلامی نظام کے اندر امارت شرعیہ کا قیام ممکن ہے اور نہ ہی قوت نافذہ سے تہی دست کوئی شخص امیر شریعت ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ جو لوگ ان مغالطہ آمیز اصطلاحوں کے ذریعہ اس ملک میں کاربار شریعت کی علمبرداری کا دعویٰ کرتے ہیں انھیں نہ تو مسلمانوں کی ملی زندگی کا کوئی شعور ہے اور نہ ہی ان کے دل ودماغ شریعت کی اصل عظمت پر آگاہ ہیں۔

صورتحال کی نزاکت اس بات کی طالب ہے کہ مسلمانوں کے اہل نظر، غیر سیاسی علماء ودانشور، ملی تنظیمیں اور تمام ہی قسم کے پرنسل لاء بورڈ خواہ وہ شیعہ ہوں یا دیوبندی، عورتوں کے ہوں یا بریلویوں کے یہ سب از سر نو ایک اجتماعی غور وفکر کا ڈول ڈالیں۔ تاریکی جب گہری ہو جائے اور ایسا محسوس ہو کہ ہمارا ملی قافلہ بے سمتی کا شکار ہو گیا ہے تو لازم ہے کہ محض شوقِ سفر پر اسرار کے بجائے ہم پھر سے وحی ربانی کی تجلّیوں سے اپنی راہوں کو منور کر لیں۔ کاش کہ مسلمانوں کے اہل فکر طلاق ثلاثہ اور نکاح حلالہ پر اصرار کرنے اور اسے ملی وقار کا مسئلہ بنانے کے بجائے اس کی درستگی کے لیے خود آگے آتے اور کورٹ پر یہ واضح کرسکتے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں ان دو مسائل کی درستگی کے لیے تو ہم تیار ہیں البتہ تعدد ازواج کی جو گنجائش شرع نے مخصوص حالات کے لیے رکھی ہے اس کی حکمت ہم سے کہیں بڑھ کر خالق کائنات جانتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی ترمیم وتنسیخ ہم بندوں کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ گویا فہمِ شرع پر تو ہزار گفتگو ہوسکتی ہے البتہ نفسِ شرع پر کلام ممکن نہیں۔